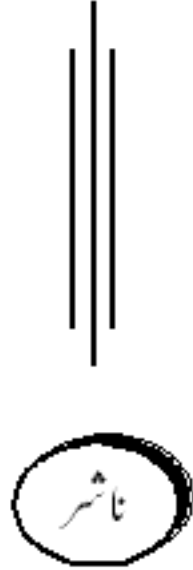


© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : طلاق کے استعمال کا طریقہ  
مصنف : مولانا صغیر احمد رحمانی  
طبع چہارم : ستمبر ۲۰۰۷ء  
تعداد اشاعت : ایک ہزار  
کمپوزنگ : مرکزی دفتر بورڈ (فیضان احمد ندوی)  
پروف ریڈنگ : محمد وقار الدین لٹیفی ندوی  
صفحات : ۳۶  
قیمت : ۱۵ روپے



مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ - نئی دہلی

# طلاق کے استعمال کا طریقہ

مولانا صغیر احمد رحمانی

شائع کردہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

Ph.: 011-26322991, Telefax: 011-26314784

## چوتھا ایڈیشن

رسالہ ”طلاق کے استعمال کا طریقہ“، پہلی طباعت کے بعد چند مہینوں میں ختم ہو گیا، دوسری مرتبہ دارالاشاعت رحمانی مونگیر نے شائع کیا اور وہ بھی چند مہینوں کے بعد ختم ہو گیا پھر تیسری بار مجلس استقبالیہ سولہواں اجلاس نام بورڈ - حیدرآباد نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

زیر نظر رسالہ اپنے موضوع پر مختصر مگر ایجابی اور اصلاحی انداز کا ہے، اور جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی، سابق استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے اخلاص کے ساتھ معاشرہ کے مزاج اور ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔

ادھر کافی دنوں سے یہ رسالہ ختم ہو گیا تھا اور اس کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کو فوری چھپوایا جائے، چنانچہ رسالہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کا چوتھا ایڈیشن منظر نام پر آ رہا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو زندگی میں متحرک کرنا چاہتے ہیں تو قہر ہے کہ رسالہ کے پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں گے اور امید ہے کہ یہ ایڈیشن بھی پچھلے ایڈیشنوں کی طرح قبول نام حاصل کرے گا۔

وقار الدین لطیف ندوی

آفس سیکریٹری مرکزی دفتر بورڈ - دہلی

## فہرست

۴	چوتھا ایڈیشن
۵	پیش لفظ
۸	بیوی رنج و غم کی ساتھی
۹	حسن معاشرت کی ہدایت
۱۱	عورت کی فطری کمزوری
۱۲	ظلم و زیادتی کی ممانعت
۱۳	زد و کوب پر سخت روک
۱۴	سرزنش کب؟
۱۶	میاں بیوی میں اختلاف ہو تو؟
۱۸	جب نباہ کی راہ نہ رہے
۱۹	طلاق سخت ناپسندیدہ فعل
۲۳	طلاق دینے کا غلط وقت
۲۵	تین طلاق دینا سخت گناہ
۲۸	طلاق دینے کا صحیح طریقہ
۳۰	تین طلاقوں کا حکم
۳۳	تین طلاقوں کے بعد رجعت کا فتویٰ

## پیش لفظ

’طلاق‘ مرد کا ایک ایسا اختیار ہے جس کا استعمال بڑی احتیاط کے ساتھ بہت سوچ سمجھ کے بعد کرنا چاہئے۔ یہ شریعت کی بتائی ہوئی وہ راہ ہے جسے خود شریعت نے مجبوری کی حالت میں اپنانے کی اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق جائز چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ طلاق کے ذریعہ اس رشتہ کو توڑا جاتا ہے جسے خدا کا نام لے کر قائم کیا گیا تھا۔ اس طرح طلاق کا استعمال ایک نازک ذمہ داری بھی ہے، اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے، آنے والے دنوں میں جو مسائل گھر کے اندر اور باہر پیدا ہو سکتے ہیں ان پر غور کر لینا چاہئے، اور پھر! اگر نباہ کی کوئی شکل نظر نہ آئے تو بیوی کو طلاق دینی چاہئے۔

یہ وہ شرعی ہدایات ہیں جو طلاق کے سلسلہ میں دی گئیں ہیں۔ اگلے صفحات میں طلاق دینے کے صحیح اور غلط طریقہ کی وضاحت جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی، استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے کی ہے۔ جو درس و تدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں اور جن کی نگاہ حدیث و فقہ پر گہری ہے۔ رسالہ کے آخر میں انہوں نے ایک ساتھ تین طلاق دینے کا حکم بھی تھوڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک ساتھ تین طلاقوں کا معاملہ ایسا مسئلہ ہے جس پر عہد صحابہ، عہد تابعین میں اجماع رہا ہے، بعد کے زمانہ میں

اس اجماع کی پیروی کی جاتی رہی ہے۔ ان تمام حضرات کی یہ رائے ہے کہ ایسی تمام طلاق واقع ہو جائے گی۔

مضبوط کلائی میں ننگی تلوار ہو اور وہ کسی گردن پر پڑ جائے تو تلوار اپنا کام کرے گی اور گردن کٹے گی ہی، چاہے یہ گردن ناحق ہی کاٹی جا رہی ہو۔ یہ ہاتھ کی طاقت کا بیجا استعمال ضرور ہے لیکن اس بیجا استعمال کی وجہ سے گردن کے کٹنے یا نہ کٹنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح کسی کی گردن کاٹ دی جائے تو یہ تلوار کا بھی قصور نہیں ہے وہ تو کاٹنے کے لئے بنائی ہی گئی ہے یہ اسے استعمال کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تلوار کو کسی کا حق دلانے کے لئے استعمال کر رہا ہے یا کسی کا حق چھیننے کے لئے! اسی طرح اگر تین طلاقیں کسی نے دے دیں تو ان کا اثر تو ہوگا ہی۔ طلاق کے غلط طریقہ استعمال کی وجہ سے ان کا اثر ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں غلط طریقہ اختیار کرنے والا اپنے جرم کی سزا خدا کے دربار میں پائے گا۔

امید ہے کہ اس رسالہ کو اہل علم اور نام حضرات پسند کریں گے۔ اور دوسرے بھائیوں تک اسے پہنچائیں گے تاکہ نام لوگوں کو معاشرتی مسائل اور دینی ہدایات کا علم حاصل ہو سکے۔

ناظم دارالاشاعت رحمانی۔ مونگیر

اسلام میں ”نکاح“ وہ مقدس رشتہ اور مضبوط بندھن ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارنے اور خوشگوار تعلقات نبھانے کا عہد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدْ أَخَذْنَا مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا      اور وہ تم سے میثاق غلیظ (پختہ عہد) لے  
(نساء پ ۲ رکوع ۱۴)      چکی ہیں۔

نکاح مرد اور عورت کے درمیان محبت و الفت کے جذبات و کیفیات پیدا کرتا ہے اور ”سکون و اطمینان“ کی دولت نصیب کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ      اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور  
وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا      اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے  
(اعراف پ ۹ رکوع ۱۳)      پاس سکون حاصل کرے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ      اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ  
أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ      اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم ہی میں  
جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً      سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کے

(روم: پ ۲۱، رکوع ۵)

درمیان محبت و رحمت رکھ دی گئی ہے۔

انسانی زندگی کے لئے ”سکون و اطمینان“ ایسی دولت ہے کہ اگر انسان کو کچھ نہ ملے اور یہ مل جائے تو کچھ نہیں ہوتے ہوئے بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کو سب کچھ مل گیا، سکھ کی نیند مل گئی، گھر کا آرام مل گیا، اور ایسی شریک زندگی مل گئی۔ مرد کو یہ عظیم الشان نعمت عورت (بیوی) سے ملتی ہے۔ اسی لئے مردوں کو یہ سمجھایا گیا کہ ہم نے تمہارے جوڑے کو تمہاری ہی جنس سے بنایا تاکہ تم عورت کے وجود سے غیریت و اجنبیت محسوس نہ کرو۔ اور اس کے سراپا میں تمہارے لئے ”سکون“ رکھ دیا کہ یہ دولت تم کو بیوی سے ملے گی۔ اس رنج بھری دنیا میں، دکھ درد سے بھری زندگی میں، اندر دگی و مایوسی کے عالم میں سکھ چین چاہتے ہو تو صنفِ لطیف جس کو ہم نے تمہارے ساتھ جوڑ دیا ہے اور رفیقہٴ حیات بنا دیا ہے اس کے وجود میں تم کو سکون و قرار مل جائے گا اور ساری تکلفت دور اور سارا غم غلط ہو جائے گا۔

## بیوی رنج و غم کی ساتھی

قرآن مجید نے زن و شو کے باہمی تعلقات اور فطری ضرورتوں کی تکمیل کے لئے جو طرزِ تعبیر اور عنوان اختیار کیا ہے وہ بہت ہی جامع اور نہایت مہذب اور پاکیزہ ہے:

هُنَّ لِيَاسٍ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِيَاسٍ لَّهُنَّ      وہ عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان  
(بقرہ پ ۲ رکوع ۶)      کی پوشاک ہو۔

لباس جس طرح ہر مرد اور عورت کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہے اسی طرح مرد اور عورت بھی ایک دوسرے کی بنیادی ضرورت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے نکاح کا طریقہ رکھا ہے جس کے ذریعہ صرف جنسی

خواہشات کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار، دکھ سکھ کے ساتھی ہو جاتے ہیں اور انس و محبت، لطف و رحمت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

آیت بالا میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ دونوں کا آپسی تعلق، شریک رنج و غم، عیش و راحت کا ہو، وقتی نفع اور نقصان کا نہ ہو، ساتھ ہی اس طرف بھی متوجہ کرنا ہے کہ لباس چونکہ پردہ پوشی اور رازداری کے لئے بھی ہوتا ہے، لہذا میاں بیوی کے درمیان بھی پردہ پوشی اور رازداری کا معاملہ ہونا چاہئے اور زندگی ایسی سازگار گذارنی چاہئے کہ ہر فرد اس میں زینت اور خوبصورتی محسوس کرے۔

## حسن معاشرت کی ہدایت

دو اجنبی جو رشتہ نکاح میں مربوط ہوئے ہیں، الگ الگ دل، دماغ اور فکر و عمل رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے اس لئے دونوں کا پورے طور پر ایک دوسرے کے ہم خیال ہونا، ہر معاملہ میں ہم آہنگ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ انہیں دشواریوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتے ہوئے واضح ہدایتیں دیں تاکہ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر فرائض و حقوق کو پورا کرنے کی ذمہ داری محسوس کریں۔ اس طرح باہمی نزاع و خلفشار کی گنجائش کم سے کم نکلتی ہے۔

لیکن ایک جگہ، ایک ساتھ رہنے سے کبھی نہ کبھی کشیدگی پیدا ہوگی۔ عورتیں نازک طبع، تند خو اور متلون مزاج ہوتی ہیں۔ اسلام نے عورتوں کی اس فطری کمزوری کو نظر

انداز نہیں کیا۔ اس نے عورتوں کی اس خلقی کمزوری کو پیش نظر رکھ کر ہدایت دی کہ عورتوں کے قول و فعل سے اذیت پہنچنے، دل کو ٹھیس لگنے، تو ایسے موقع پر ”صبر و ضبط، حلم و بردباری“ سے کام لے:

وَ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ يُجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا  
(نساء پ ۴ رکوع ۱۳)

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن و خوبی کے ساتھ گذر بسر کرو اور اگر تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

”بل بل کر معروف کے ساتھ زندگی گزارنے“ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ گفتگو میں لطف و محبت کا انداز ہو۔ حاکمانہ لب و لہجہ اور درشتی نہ ہو ایک دوسرے کی بات کو پوری توجہ سے سنیں، ہر بات خوشی اور مسرت کے ساتھ شروع کی جائے اور پوری خوشگواری اور باہمی اعتماد کے ماحول میں ختم کی جائے۔ جس میں نہ ترشی کی بو آئے اور نہ بدمزاجی کی جھلک ہو۔ اور نہ ہی اس کا میلان کسی دوسرے کی طرف ہو۔ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ شوہر کا رجحان اس کے بجائے دوسری جانب ہے تو دنیا کی ساری راحت اس کے لئے اذیت بن جاتی ہے۔ اور اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک کہ اس کو یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ کردار جو میرے حصہ کا ہے وہ میرے ہی لئے خاص ہے۔

آیت میں یہ بھی ہدایت ہے کہ مردوں کو اگر بیویاں ناپسند ہوں تو، ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل و شعور سے کام لینا چاہئے۔ اور خلاف طبیعت کام کو گوارا کرنا

چاہئے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی افتاد طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی نفع مقدر ہو جو اس کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد گرامی میں اس حکیمانہ نکتہ کو بیان فرمایا۔

لا يفرك مؤمن مؤمنة أن كره منها خلقا رضی منها آخر (مسلم باب الوصیة بالنساء) کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے ناپسند نہ کرے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار طبع ہے اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔

## عورت کی فطری کمزوری

ہم اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں کہ عورتیں عموماً ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی ہوتی ہیں۔ ان کو کسی ایک حالت پر قرا نہیں رہتا۔ عورتوں کی اسی خلقی اور فطری کمزوری کو آنحضرت ﷺ نے ظاہر فرمایا۔

”عورتیں شوہر کی ناشکر گزار ہوتی ہیں اور ان کے فضل و احسان کی منکر، تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کی طبیعت کے خلاف سامنے آگئی تو اس کو یہ بولتے ہوئے کوئی تامل نہیں ہوگا کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی۔“

اس فطری کمزوری اور نقص کو دیکھتے ہوئے آپ نے مردوں کو یہ نصیحت فرمائی۔

”تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو گے۔ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور پسلی میں سب سے سیزھا حصہ اوپر والا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ کے لئے کچی رہ جائے گی۔“

اسی طرح آپ نے ایک موقع پر مرد کو ضبط و تحمل کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”عورت پسلی کی ہڈی کی طرح سیزھی ہے اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے۔ اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کی کچی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکو گے۔“ (بخاری باب اعذارہ بالنساء)۔

آپ کی تعلیم میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا کہ کچی عورتوں کی سرشت میں داخل ہے وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے باوجود ان کی اصلاح ہو سکتی ہے اور اس میں بھی نرمی اور حکمت عملی ضروری ہے۔

## ظلم و زیادتی کی ممانعت

چونکہ عورتیں صنف نازک ہیں ان کے احساسات بڑے نازک ہوتے ہیں وہ کسی معمولی بات پر بیحد خوش ہو سکتی ہیں اور کسی وقت معمولی کام سے ناراض بھی ہو سکتی ہیں اس لئے مرد کو ہر وقت ان کے ساتھ حسن معاشرت خوشگوار تعلق اور اچھا برتاؤ کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا انسانیت سوز حرکت ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَلَا تُمَسِّكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (بقرہ پ ۲، ۱۲)

اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو اور نہ اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو ہنسی مذاق نہ سمجھو۔

آیت پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ کا تشریحی نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔  
 ”ازدواجی زندگی کا معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے اور مرد کی خود غرضیوں اور نفس پرستیوں سے ہمیشہ عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ”نیک ترین“ امت ہونے کا مرتبہ عطا کیا ہے۔ اور کتاب و حکمت کے تمام پہلو واضح کر دئے جائیں۔ پس اپنی جماعتی شرف و مقام کی ذمہ داریوں سے نائل نہ ہوں۔ اور ازدواجی زندگی میں اخلاق و پرہیز گاری کا بہترین نمونہ بنیں۔ — ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جس جماعت کے افراد کی ازدواجی زندگی درست نہیں ہے وہ کبھی ایک فلاح یافتہ جماعت نہیں ہو سکتی۔“

## زدوکوب پر سخت روک

اسی لئے آپ نے مار پیٹ اور بیجا تشدد سے سخت منع فرمایا اور زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ جو اپنی بیویوں کو بے محابا زدوکوب کرتے اور ان کے ساتھ سخت بدسلوکی کرتے تھے، اس ظالمانہ اور جاہلانہ طریقہ پر روک لگائی۔

لا تضرب الوجه ولا تقبح و لا تھجر الا فی البیت (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)۔ چہرہ پر مت مارو، برا بھلا نہ کہو اور نہ اس سے الگ ہو کر رہو۔ الا یہ کہ علیحدگی گھر ہی کے اندر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں اس طرح ارشاد ہے۔

اپنی رفیق حیات کو لونڈی کی طرح نہ پیو (مشکوٰۃ ص ۲۸۲)

ایک موقع پر آپ نے عورتوں کو زدوکوب سے روکتے ہوئے یہ فرمایا:  
 لا یجلد احدکم امرتہ جلد العبد ثم یجامعها فی الیوم الآخر  
 (بخاری باب ما یکرہ من ضرب النساء)۔

”تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح سے پیٹے جس طرح غلام کو مارا جاتا ہے، اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچے۔“

آپ نے ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:  
 ”تم جب کھاؤ اس کو کھلاؤ، اور تم جب پہنو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرہ پر مارو نہ برا بھلا کہو، اور نہ جدائی اختیار کرو۔“

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اسی لئے تاکید فرمایا تا کہ مرد بہر صورت عورت کو زدوکوب سے احتراز کرے اور بات بات پر ناراض ہو کر نہ تھپڑ لگائے اور نہ ڈنڈا چلائے۔

## سرزنش کب؟

اگر عورت کی ہٹ دھرمی، نافرمانی اور سرکشی بہت بڑھ جائے تو شوہر اصلاح حال کے لئے درج ذیل طریقہ اختیار کر سکتا ہے:

(الف) عورت کو زبان سے سمجھائے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

(ب) اگر زبانی فہمائش بے اثر ہو کر رہ جائے اور عورت اپنے حالات بدلنے کے

لئے تیار نہ ہو تو اپنی خواب گاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے۔

(ج) اور علیحدگی کی جب یہ شکل بھی ناکام ہو جائے تب ”زدو کو ب“ کر سکتا ہے لیکن اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے تشریح فرمائی۔  
 وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُبْصِرْ بَدْرًا وَلَا نَجْرًا إِنَّكَ بِعَيْنِنَا لَاطْرَفٌ  
 حاصل یہ کہ معمولی سرزنش (چاہے کوشالی کہہ لیجئے) سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔  
 قرآن مجید میں انہیں مذکورہ حالات میں آخری اور نتیجہ کے طور پر جسمانی اذیت کی اجازت دی گئی ہے۔

وَالَّتِي تَخَافُ نُضُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاصْبِرْنَ فِيهِ الْمَضَاجِعِ  
 وَاصْبِرْنَ لَهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً (نساء: پ ۵ رکوع ۲)۔

ایسی عورتیں جن سے تمہیں نافرمانی کا خطرہ ہو، انہیں نصیحت کرو۔ ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، ”اور ان کو مارو“ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان کے خلاف بہانہ مت تلاش کرو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جو گرفتدر نصیحت فرمائی ہے اس کا ایک حصہ موقع کی مناسبت سے نقل کرنا ضروری ہے۔

”سنو! عورتوں کے متعلق حسن سلوک اور بھلائی کرنے کا تاکید حکم قبول کرو، وہ تمہارے گھر میں بطور قیدی ہیں... اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو، اور معمولی تنبیہ کرو، اگر وہ اطاعت کر لیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں... اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر۔ تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند

کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تم پسند نہیں کرتے ہو اور تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو“۔ (ترمذی شریف) مذکورہ روایت کے ٹکڑے کو غور سے پڑھیے اور یہ بات ذہن نشین کرتے جائیے کہ آپ ﷺ نے میاں بیوی کے تعلقات اور روابط کو مضبوط اور خوشگوار رکھنے کے لئے حقوق کی تعیین فرماتے ہوئے دونوں کو اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی کی طرف متوجہ کیا کہ اگر دونوں کو بروئے عمل لائیں اور اس نصیحت کو قبول کریں تو پھر زن و شوہر میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہو سکتا جس میں ”علیحدگی اور تفریق“ کی ضرورت پیش آئے۔

## میاں بیوی میں اختلاف ہوتو؟

لیکن اس اختلاف کے باوجود اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے، کشیدگی کافی بڑھ جائے اور بظاہر میل ملاپ، محبت و تعلق کی صورت نظر نہ آئے تو ایسے نازک موڑ پر بھی شوہر جلد بازی اور نا عاقبت اندیشی سے کام نہ لے۔ بلکہ دونوں کی طرف سے ”سچ“ مقرر کیا جائے جو اصلاح حال کی کوشش کرے، اور اختلاف کے وجوہ و اسباب معلوم کرے۔

وَإِنْ حِفْظُهُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (نساء: پ ۵، رکوع ۲)۔

”اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں (میاں بیوی میں) کشیدگی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی (جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو) مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی (جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو) عورت کے خاندان سے بھیجو“۔



بیچ کے تقرر میں اس کا خیال رہے کہ جو شخص بھی اس نازک اور اہم کام کے لئے مقرر ہو رہا ہے وہ مخلص ہو۔ ان کا اخلاص ان گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے... ورنہ پھر فائدہ کے بجائے نقصان کا شدید خطرہ ہے، قرآن مجید میں اس کی بھی تاکید ہے۔

اِنْ يُرِيدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا. (نساء ۵۷/کوع ۳)

ان دو آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔

آیات بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

”اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرآن سے ان کی بددماغی کا احتمال قوی ہو تو ان کو اول زبانی نصیحت کرو، نہ مانیں تو ان کو لینے کی جگہ تنہا چھوڑ دو یعنی ان کے پاس مت لیٹو، اور اس سے بھی نہ مانیں تو ان کو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو۔ اور اگر قرآن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکشی کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے، اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے، تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو، یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھا دیں، ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظوری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں۔ اتفاق فرمائیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے

اور بڑے خبر والے ہیں جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں۔ جب حکمیں کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القاء فرمادیں گے۔ (بیان القرآن: ج ۲، ص ۱۱۵)

## جب نباہ کی راہ نہ رہے تو؟

حکمیں نے اصلاح اور معاملات کو سازگار بنانے کی جدوجہد کی لیکن دونوں (شوہر اور بیوی) کے دل نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ مزاج میں شدید اختلاف اور کافی بعد ہے۔ دور دور تک ملاپ، ربط و تعلق کی کوئی کرن نظر نہیں آتی ہے، ایسی صورت حال میں اب شوہر کے لئے دوہی راستے ہیں۔ یا تو اس بے کیف اور تلخ زندگی کو گوارا کرتے ہوئے بیوی کو نہ تو علیحدگی کا پروانہ دے اور نہ اس سے محبت و الفت کا معاملہ کرے بلکہ معائنہ بنائے رکھے... یا صورت حال کو دیکھتے ہوئے دونوں مستقبل کو اطمینان بخش بنانے کے لئے بہت ہی غور و فکر اور سوچ سمجھ کر بیوی کو علیحدہ کر دے جو خود اس کے لئے اور بیوی کے لئے سوچا سمجھا ہوا فیصلہ ہو۔ کوئی جذباتی اور غصہ سے متاثر اقدام نہ ہو، ان دونوں میں پہلی صورت کو بہتر نہیں کہا جاسکتا کہ اختلاف مزاج اور جذبات نفرت کے باوجود دونوں کو ایک ساتھ رہنے کے لئے مجبور کیا جائے یہ انصاف نہیں ظلم و جبر ہوگا، اور ایسی بے کیف و تلخ زندگی دونوں کی صحت، ان کی صلاحیت کار، اور قوائے عمل پر ضرور اثر انداز ہوگی۔ اس لئے دوسری شکل ہی کو بدرجہ مجبوری اختیار کرنا ہوگا کہ شوہر طلاق دے کر بیوی کی علیحدگی کا فیصلہ کر دے۔ جو فیصلہ اس عورت کے لئے اس کے رشتہ داروں کے حق میں رحمت ہے اور زندگی کو خوشگوار

بنانے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ہی دونوں اپنے معاملات پر از سر نو غور و فکر کریں گے اور مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے سوچ سمجھ کر ایسا راستہ اختیار کریں گے جس میں دونوں کی کامیابی ممکن ہے:

لَا تَنْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا (طلاق پ ۲۸ ع ۱۷)

اس کو خیر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت۔

وَإِنْ بَتَّغَرَّ قَا يُغْنِي اللَّهَ كُفْلًا مِنْ سَعَتِيهِ (نساء پ ۵ ع ۱۶)

اور اگر دونوں علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بے نیاز فرمادیں گے۔

سے قرآن مجید نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

## طلاق سخت ناپسندیدہ فعل

شریعت نے مرد کو یہ اختیار ضرور دیا ہے کہ وہ طلاق دے کر رشتہ نکاح کو ختم کر دے مگر اس حق کو استعمال کرنے اور رشتہ نکاح کو کاٹنے سے پہلے اس پر بہت سی پابندیاں بھی لگادی ہیں اور حتی الامکان اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔ شریعت اسلامی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ یہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس لئے اس اختیار کو آخری چارہ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہئے... چنانچہ حضرت شارع علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغِضِ

الْحِلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقِ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۲۔ ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ حلال اور جائز چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ طلاق ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال لي رسول الله يا معاذ ما خلق الله شيئاً على وجه الأرض أحب إليه من العتاق ولا خلق الله شيئاً على وجه الأرض أبغض إليه من الطلاق (دار قطنی)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہو، اور روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو طلاق دینے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہو۔“

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امرأة سالت زوجها طلاقا في غير ما باس فحرام عليه رائحة الجنة۔ (مسند احمد، مسند ابوداؤد، مسند دارمی)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔“

عن ابی موسیٰ الأشعری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تطلقوا النساء الا من رية ان الله لا يحب الذواقين

و الذواقات۔ (بزاز طبرانی)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہیں دینا چاہئے الا یہ کہ ان کا چال چلن مشتبہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو ذائقہ چکھنے کی شوقین اور خوگر ہوں۔“

ایک حدیث میں ہے کہ جب تک عورتوں سے کھلی ہوئی بے حیائی نہ دیکھو طلاق نہ دو۔ طلاق خدا اور رسول کو اس لئے ناپسند ہے کہ اس رشتہ کے کٹ جانے کے معنی صرف یہی نہیں ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بلکہ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ خاندان اور معاشرہ میں بغض و عداوت کی ایک مستقل بنیاد پڑ جاتی ہے۔

مثلاً ایک رشتہ نکاح کی وجہ سے میاں بیوی کے کتنے اعزاء اتار ب ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں، ان میں مہر و محبت پیدا ہو جاتی ہے، کتنے بیگانے بیگانے ہو جاتے ہیں، طلاق کے ذریعہ مذکورہ امور ہی یک لخت ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اب مہر و محبت کے بجائے بغض و عداوت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ ان کی یگانگت بیگانگی سے بدل جاتی ہے۔ پھر دونوں کی شادی کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر بچے ہوں تو پھر ان کی پرورش اور دیکھ بھال کا سوال کھڑا ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک طلاق کے ذریعہ معاشرہ میں کئی مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسا دور رس مسئلہ خدا اور رسول کو ناپسند ہونا ہی چاہئے۔ اس لئے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بے وجہ طلاق کا استعمال سخت ناپسندیدہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان الطلاق مکروه فی حالة استقامة الزواجن  
بل قال ابو حنیفۃ بتحریمہ۔ (المیران ج ۲، ص ۱۳۵)

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بغیر معقول وجہ کے طلاق دینا ناپسندیدہ عمل ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے تو اسے حرام ہی قرار دیا ہے۔  
اسی طرح محقق ابن ہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

لا یخفی ان کلامہم فیما سبأتی من التعالیل یصرح بانہ  
محظور مما فیہ من کفران نعمۃ النکاح۔ (فتح القدر)

فقہاء کے کلام سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ (بے وجہ) طلاق دینا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس میں نکاح جیسی نعمت کی ناقدری و ناشکری پائی جاتی ہے۔

دوسری جگہ حضرت علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

”زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ بغیر ضرورت کے طلاق دینا ممنوع ہے۔“

تقریباً یہی بات درمختار میں ہے۔

صاحب ہدایہ نے بھی طلاق کو اصلاً ”مختور“ ہی بتایا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ

بس سخت ضرورت کے وقت ہی اس کی اجازت ہے۔

أن الأصل فی الطلاق هو الحظر مما فیہ من قطع النکاح

الذی تعلق به المصالح الدینیة و الدنیویة والاباحة

للحاجة۔ (ہدایہ اولین ج ۲، ص ۳۳۵)

طلاق کے سلسلہ میں ممانعت ہی اصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اس رشتہ نکاح کو توڑا جاتا ہے جس سے دینی اور دنیاوی حکمت و مصلحت وابستہ ہے۔ اس لئے طلاق کی اجازت صرف ضرورت کی وجہ سے ہے!

مشہور حنبلی عالم ابن قدامہؒ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ”طلاق کے حرام“ ہونے کی ایک روایت نقل کی ہے۔

و عنہ انه محرم لانه يضر بنفسه و زوجته وقد قال عليه السلام لا ضرر و لا ضرار۔ (الکافی لابن قدامہ ج. ۱، ص ۷۸۳)  
چونکہ طلاق مرد اور عورت دونوں کے لئے ضرر رساں ہے اس لئے امام احمدؒ کی ایک رائے یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ضرر و لا ضرار۔

اسلام نے طلاق کی انقضیت اور کراہیت کو جس انداز میں بیان کیا ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مبعوض اور محظور کے ارتکاب سے ممکن حد تک پرہیز کیا جائے اور مباح (طلاق) کا استعمال انتہائی شدید ضرورت اور ناگزیر حالت میں ہو اسی بناء پر طلاق کا جو طریقہ شریعت نے مقرر کیا ہے اس میں اس کی پوری رعایت ہے کہ آدمی کا بار بار اس فیصلہ پر غور کرنے کا موقع ملے۔

## طلاق دینے کا غلط وقت

اسی لئے حالت حیض میں طلاق دینا ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہے اگر غلطی سے

کوئی ایسا کرے تو اس کو رجعت کر لینی چاہئے۔ پھر اگر طلاق دینے کی رائے پر قائم ہو تو اس طہر میں طلاق دینی چاہئے جس میں صحبت کی نوبت نہ آئی ہو۔ اس کی حکمت اور نکتہ بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی حالت میں عورت قابل رغبت نہیں ہوتی۔ طہر کی حالت میں اس کا کافی امکان ہے کہ شوہر کے دل میں رغبت پیدا ہو جائے اور طلاق دینے کا خیال ہی ختم ہو جائے۔ اور اللہ و رسولؐ کی خوشی کا احساس اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

عن عبد الله بن عمرؓ انه طلق امرأة له وهي حائض فذكر عمرؓ لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتغيب فيه رسول الله ثم قال ليراجعها ثم يمسكها حتى تطهر ثم تحيض فان بدأ له، ان يطلقها فليطلقها طاهرا قبل ان يمسها فتلك العدة التي امر الله ان تطلق لها النساء (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں کہ اس کی ناپاکی کے ایام تھے طلاق دیدی تو ان کے والد حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے اس پر سخت برہمی اور ناراضی کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ عبد اللہ بن عمرؓ کو چاہئے کہ وہ اس طلاق سے رجعت کرے اور بیوی کو اپنے پاس اپنے نکاح میں رکھے یہاں تک کہ ناپاکی کے ایام ختم ہو کر طہر کے ایام آجائیں اور پھر اس طہر کی مدت ختم ہو کر دوبارہ ناپاکی کے ایام آجائیں اس کے بعد پھر وہ طہر کی حالت میں آجائے تو اس حالت میں اگر وہ طلاق ہی دینا مناسب سمجھے تو اس طہر میں اس سے کئے بغیر اس کو طلاق

دیدے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے ”فَطَلِقُوا هُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ“۔

اس واقعہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ کو رجعت کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو حیض کے ایام میں طلاق دینا ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہے۔ لیکن یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو رجعت کی ضرورت ہی نہ ہوتی، اور آپ رجعت کا حکم دینے کے بجائے یہ فرماتے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

## تین طلاق دینا سخت گناہ

اسی طرح بیک وقت تین طلاق دینا سخت گناہ اور قرآن مجید کے بتلائے ہوئے طریقہ طلاق کے خلاف ہے۔ کیونکہ ”الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَجِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ طلاقیں دینی ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نہیں بلکہ متعدد دفعات اور مختلف وقفوں میں دی جائیں۔

حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں، تو آپ سخت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ ابھی جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، کیا کتاب اللہ سے کھیلا جائے گا؟ یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں دینا اس کتاب اللہ کے ساتھ گستاخانہ کھیل اور مذاق ہے جس میں طلاق کا طریقہ اور قانون پوری وضاحت

کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ایک صحابی کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس آدمی کو قتل نہ کر دوں جس نے یہ حرکت کی ہے۔“

عن محمود بن لبید قال أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضبان ثم قال أيلعب بكتاب الله عز وجل وأنا بين أظهركم حتى قال رجل فقال يا رسول الله ألا أقتله۔ (نسائی)

حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے متعلق اطلاع دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی تھیں۔ حضور غصہ کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کیا میری زندگی ہی میں خدا تعالیٰ کی کتاب کا مذاق اڑایا جائے گا؟ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اللہ کے رسول! کیوں نہ میں اسے قتل کر دوں؟

امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا:

”أَنْ عَمَكَ عَصَى اللَّهُ فَاتَمَّ وَأَطَاعَ الشَّيْطَانَ۔“

تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔

علامہ زحشری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جو شخص ایسا آتا جس نے اپنی

بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاق کو نافذ کر دیتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوطا قیں دی ہیں آپ کے خیال میں مجھ پر کیا چیز نائد ہوتی ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا وہ تین طلاقوں کے ذریعہ تجھ سے آزاد ہوگئی۔ اور ستانوںے طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیتوں سے استہزاء کیا۔ (مؤطا امام مالک ج: ۲، ص: ۷۹)۔

”مصنف عبد الرزاق“ اور ”دارقطنی“ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں اس کے لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا باپ اللہ سے ڈرنا ہوتا تو اللہ اس کے لئے کوئی راستہ نکالتا اس کی بیوی تین طلاق سے بائن ہوگئی اور نو سوتانوںے طلاقوں کا گناہ تمہارے باپ کی گردن پر رہا۔

”سنن بیہقی“ میں ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصینؓ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سوطا قیں دیں تو حضرت عمرانؓ نے فرمایا:

”اثم بریہ و حرمت علیہ امرآتہ“

اس نے گناہ کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

ان تمام روایات کو گہری نظر سے دیکھ جائیے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ اسلام جو دین فطرت ہے اس نے طلاق جیسے مکروہ اور ناپسندیدہ فعل کو کب اور کس حالت میں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور پھر اس نے بیک وقت ”تین طلاقیں دینے سے کس طرح منع کیا... اور اس کے لئے کیسی شدید وعید بیان کی... اور اس سے باز رہنے

کی کتنی سخت ہدایات کی ہے۔

اس کے باوجود مسلم معاشرہ میں بعض دفعہ معمولی باتوں پر طلاق دیدی جاتی ہے اور وہ بھی بہ یک وقت تین طلاق... اس سے معاشرہ میں برا اثر پیدا ہو رہا ہے۔ یقیناً تین طلاق دینے والوں کا یہ فعل شریعت کی نظر میں انتہائی مذموم اور فتنج ہے۔ یہ خلاف سنت، کھلی بدعت اور صریح گناہ کا کام ہے اور شریعت کے تفویض کردہ اختیار کا غلط بے جا اور بے محل استعمال ہے۔... ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس نازک اور اہم مسئلہ کو سمجھیں۔ ناگزیر مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت اپنے اختیار ”طلاق“ کو استعمال کریں۔ جس طریقہ پر شریعت نے اسے استعمال کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔ اور بیک وقت تین طلاقیں نہ دیں جو بدعت اور خلاف سنت ہیں۔

## طلاق دینے کا صحیح طریقہ

جیسا کہ آپ پڑھ کر آ رہے ہیں کہ بیک وقت تین طلاق دینا خلاف سنت اور بدعت ہے۔ لہذا جب مرد کے لئے طلاق ناگزیر ہو تو اسے طلاق کا شرعی طریقہ اختیار کرنا چاہئے وہ یہ ہے:

۱۔ صرف ایک طلاق دی جائے، یعنی شوہر بیوی سے کہے کہ ”میں نے تجھے طلاق دی“۔

۲۔ طلاق دو گواہوں کی موجودگی میں دی جائے۔

۳۔ طلاق حالت طہر میں دی جائے۔ یعنی اس زمانہ میں دی جائے جس میں عورت کو ماہواری نہ آ رہی ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں شوہر نے اس سے صحبت بھی نہ کی

ہو۔

۴۔ ایک طلاق دینے کے بعد عدت گزرنے دی جائے۔ عدت تین حیض ہے، اگر ماہواری آرہی ہو اور اگر حمل ہے تو وضع حمل ہے... اور اگر ماہواری نہ آتی ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ (عدت کے اندر شوہر رجوع کر سکتا ہے۔ رجوع کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے رجوع کر لیا۔ رجوع بھی دو گواہوں کی موجودگی میں ہوتا بہتر ہے)۔

۵۔ عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو عدت گزرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ مرد کو اب رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔ لیکن زوجین اپنی رضامندی سے تجدید نکاح کر سکتے ہیں۔

طلاق کا یہ طریقہ بہتر ہے کہ اس میں مرد کو بار بار اپنے فیصلہ پر غور کرنے کا موقع ملے گا اور اس کا یہ عمل سوچا، سمجھا اور غور و فکر کیا ہوا ہوگا۔ جس میں نہ تو جذبات اور نفسانیت کا رفر ماہوگی نہ اسے وقتی غصہ اور کسی فوری داعیہ کا نتیجہ کہا جائے گا اور نہ اس کے بعد دونوں کو اس حرکت پر پچھتاوا ہوگا۔

فا لأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها و يتركها حتى تنقضي عدتها لأن الصحابة كانوا يستحبون أن لا يزيدوا في الطلاق على واحدة حتى تنقضي العدة (ہدایا ولین ج ۲، ص ۳۲۳)۔

طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے وہ بھی اس وقت جب کہ عورت پاک ہو (حیض میں نہ ہو) اور اس نے

”ایام“ گزرنے کے بعد ابھی تک صحبت نہ کی ہو۔ پھر ایک طلاق دے کر یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے (اور یہ طریقہ اس لئے بہتر ہے) کہ صحابہ کرام خود اس کو پسند کرتے تھے کہ ایک طلاق سے زیادہ نہ دیں اور عدت پوری ہونے دیں۔

## تین طلاقوں کا حکم

یہ ہے طلاق دینے کا بہترین طریقہ جسے اوپر بیان کیا گیا۔ اسلام نے اسی طرح طلاق دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ اس طریقہ کے خلاف ایک سانس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں یہ طریقہ بالکل غلط اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں چاہے بہ یک لفظ دی جائیں یا متعدد الفاظ میں، واقع ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد رجعت کرنا جائز نہیں، شریعت کا یہ وہ مسئلہ ہے جس پر اہل سنت والجماعت، ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اور یہی رائے دیگر اکابر ائمہ فقہ و حدیث مثلاً اوزاعی، نخعی، زہری، ثوری، اٹحق ابو ثور اور امام بخاری علیہم الرحمہ کی ہے۔ بلکہ جمہور صحابہؓ تابعینؓ اور تمام ائمہ سلف و خلف، اسی کے قائل ہیں۔ امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف العلماء في من قال لامرأته انت طالق ثلاثاً فقال الشافعي ومالك و ابو حنيفة و احمد و جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثالث (ص: ۲۸۷)

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تجھے تین طلاقیں دیں، تو اس کے حکم کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعی، مالک، ابوحنیفہ، احمد اور سلف اور خلف کے تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ ابن ہمام شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:

وذهب جمهور من الصحابة و التابعين من بعدهم من أئمة المسلمين الى انه يقع الثلث (فتح القدير ج: ۳، ص: ۲۵)  
جمہور صحابہ کرام، حضرات تابعین اور بعد کے ائمہ مسلمین کا یہ خیال ہے کہ تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔

علامہ عینی شرح بخاری میں رقم طراز ہیں:

وَمَذْهَبُ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ التَّابِعِينَ وَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْهُمْ الْأَوْزَاعِيُّ وَ النَّخَعِيُّ وَ الثَّوْرِيُّ وَ ابْنُ حَنِيفَةَ وَ اصْحَابَهُ وَ مَالِكُ وَ الشَّافِعِيُّ وَ ابْنُ ثَوْرٍ، وَ عُبَيْدُ وَ آخَرُونَ كَثِيرُونَ عَلَى مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَقَعْنَ وَلَكِنَّ يَأْتِيهِمْ - (عمدة القاری ج: ۹، ص: ۵۳۷)  
تابعین میں جمہور علماء اور ان کے بعد کے لوگوں مثلاً اوزاعی، نخعی، ثوری، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، مالک، شافعی، اور ان کے اصحاب، احمد اور ان کے اصحاب، ابن ثور، عبید اور بہت سے دوسرے (ائمہ فقہ) کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ پڑیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ مرد کو بہر صورت طلاق کے احسن اور بہتر طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے لیکن ”طلاق احسن“ کے خلاف کسی نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو تینوں پڑ جائیں گی، اور اس لئے پڑ جائے گی کہ ہر مرد کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے۔ اب وہ اپنے اختیار کو صحیح طریقہ پر استعمال کرے یا غلط طریقہ پر اس کے عمل کا اثر تو بہر حال پڑنا ہی چاہئے جیسے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے لیکن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاق موجب گناہ ضرور ہے مگر اس عمل کا اثر ضرور مرتب ہوگا۔

عن ابن شہاب عن سہل قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلعم۔  
(ابوداؤد)

سہل نے کہا کہ (عویر نے) تین طلاقیں حضور ﷺ کے سامنے دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ فرمایا۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا، أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً تزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للأول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا پھر اس نے بھی (قبل جماع) طلاق دیدی اس کے بعد حضور ﷺ سے پوچھا گیا اب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ



دوسرا بھی اس طرح کا مزہ نہ چکھ لے، جس طرح پہلے نے چکھا تھا۔“

اس روایت کو امام بخاریؒ نے ”من جوز الطلاق الثلاث“ کے باب میں ذکر کیا ہے، اس حدیث سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین یکجائی طلاق واقع ہو جاتی تھیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اتنا معروف و مشہور تھا کہ حضرات صحابہؓ اس کے جواب کے لئے آنحضرت ﷺ کی طرف مراجعت کو ضروری نہ سمجھتے تھے۔ ہاں اس حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ اس شخص نے بہ یک مجلس تین طلاقیں دی تھیں یا بہ تفریق لیکن امام بخاریؒ کا مذکورہ عنوان کے تحت لانا بے وجہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کے الفاظ سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دی گئی تھیں۔

ان رجلاً جاء الى عبد الله بن مسعود فقال انى طلقت امرأتى ثمانى تطليقات، فقال ابن مسعود فما قيل لك قال قيل لى أنها قد بانت منك، فقال ابن مسعود صدقوا هو مثل ما يقولون۔ (موطا امام مالک)

ایک شخص عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئے اور کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں۔ ابن مسعود نے فرمایا اس کے بارے میں تم سے کیا کہا گیا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سے کہا گیا کہ وہ عورت تجھ سے جدا ہو گئی انہوں نے فرمایا لوگوں نے سچ کہا۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا لوگ کہتے ہیں۔

اس قسم کی احادیث بہت ہیں، ان کا ذکر کرنا مختصر رسالہ کی وسعت سے باہر ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی اس مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔ حضرات محدثینؒ نے

بحثیں کی ہیں اور صحابہ کرامؓ کی رائے نقل فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لئے مطالعہ فرمائیے: شرح معانی الآثار جلد دوم، فتح الباری جلد نم، اعلام الموقعین جلد دوم۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے جد امجد علامہ ابو البرکات عبد السلامؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

وهذا كله يدل على اجماعهم على صحة وقوع الثلث بالكلمة الواحدة۔ (مفتی الاخبار، ص: ۲۳۷)

اور مذکورہ ساری باتیں بہ یک لفظ دی ہوئی تین طلاق کے واقع ہو جانے پر صحابہ کرامؓ کے اجماع کو بتاتی ہیں۔

## تین طلاقوں کے بعد رجعت کا فتویٰ

مذکورہ بالا روایتوں اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کے پیش نظر حضرات محدثین ائمہ کرام اور بعد کے علماء اور فقہاء نے تین طلاقوں کو تین ہی مانا ہے۔ چاہے وہ بہ یک لفظ دی گئی ہوں یا بہ یک مجلس۔ اور اگر کسی عالم نے اس اجماع کے خلاف فتویٰ دیا۔ تو محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اسے ناقابل اعتبار تحریر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے:

والجمهور على وقوع الثلث بل حكي ابن عبد البر الاجماع قائلان ان خلافه شاذ لا يلتفت اليه۔

جمہور کی رائے یہ ہے کہ تین ہی پڑے گی بلکہ علامہ ابن عبد البرؒ نے اس مسئلہ پر اجماع بیان کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس کے خلاف کچھ

کہنا شاذ ہے، جس کی طرف دھیان نہیں دینا چاہئے۔

کئی محدثین نے علامہ ابن عبد البر سے بھی زیادہ سخت رائے دی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اور رائے دینا اہل سنت والجماعت کے متفقہ مسلک کے خلاف ہے اور کچھ کہنا بدعت ہے۔ اس لئے اس طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

وقالوا من خالف فيه فهو شاذ لاهل السنة و انما تعلق به

اهل البدع و من لا يلتفت اليه لشدوده من الجماعة۔

اس مسئلہ میں جنہوں نے اختلاف کیا وہ اہل سنت کی رائے کے لحاظ سے شاذ ہے۔ یہ اہل بدعت اور ان لوگوں کی رائے ہو سکتی ہے جن کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے، کیوں کہ ان لوگوں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔

محقق ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

لا حاجة الى الاشتغال بالأدلة على رد قول من أنكر وقوع

الثلاث جملة لأنه مخالف للاجماع كما حكا في المعراج

و لذا قالوا لو حكم حاكم بان الثلاث نعم واحدة لم ينفذ

حكمة لأنه لا يسوغ فيه الاجتهاد لأنه خلاف ولا

اختلاف۔ (فتح القدير ج ۲، ص ۱۳۹، البحر الرائق ج ۳، ص ۲۷۵)

جو لوگ بہ یک وقت تین طلاقوں کے پڑ جانے سے انکار کرتے ہیں،

ان کے رد میں دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ یہ

بات اجماع کے خلاف ہے، اسی بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی حج

نے یہ فیصلہ دیدیا کہ ایک وقت میں دی جانی والی تین طلاقوں کو ایک

ہی سمجھا جائے گا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

کیوں کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔ اور اس لئے بھی کہ

اسے علمی اختلاف نہیں کہا جاسکتا بلکہ مخالفت کہنا ہی مناسب ہے۔

مشہور محدث حضرت امام زہری کا فتویٰ مصنف ابن عبد الرزاق میں نقل کیا ہے۔

امام زہری نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور کسی نے فتویٰ دے

دیا کہ رجعت کرلو۔ اس بنیاد پر طلاق دینے والے نے رجعت کر لی اور مطلقہ سے وطی

کی تو جس شخص نے فتویٰ دیا اسے عبرتناک سزا دی جائے گی، مرد اور عورت کے

درمیان تفریق کرادی جائے گی، اور اس ناجائز وطی کا تاوان بھی برداشت کرنا ہوگا۔

حضرت امام زہری جیسے بلند پایہ اہل حدیث امام وقت کا یہ فتویٰ ہر شخص کی عبرت و

نصیحت اور راہ حق کو اختیار کرنے کے لئے کافی ہے۔

اور بوقت ضرورت اختیارات و مسائل اور خبرا سوس وغیرہ کا اجراء اور فراہم و مقاصد کے حصول کے لیے دیگر ضروری امور انجام دے گا۔

## اغراض و مقاصد

### آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

- ہندوستان میں ”مسلم پرسنل لا“ کے تحفظ اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے مؤثر تدبیر اختیار کرنا۔
- با واسطہ بلا واسطہ امتوازی قانون سازی جس سے قانون شریعت میں مداخلت ہوتی ہو، عامہ میں کوہ قوانین پارلیمنٹ یا ریاستی مجلس قانون ساز میں وضع کے چاہئے ہوں یا آئینہ وضع کے جانے والے ہوں یا اس طرح کے عدالتی فیصلے جو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ذریعہ بنے ہوں انہیں ختم کرنا نیا مسلمانوں کو ان سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے جو وجود میں آئے۔
- مسلمانوں کو عائلی و معاشرتی زندگی کے بارے میں شرعی احکام و آداب، حقوق و فرائض اور اختیارات و حدود سے واقف کرنا اور اس سلسلہ میں ضروری لٹریچر کی اشاعت کرنا۔
- شریعت اسلامی کے عائلی قوانین کی اشاعت اور مسلمانوں پر ان کے نفاذ کیلئے ہمہ گیر خاکہ تیار کرنا۔
- مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی تحریک کے لیے بوقت ضرورت ”مجلس عمل“ طے کرنا جس کے ذریعہ بورڈ کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کی خاطر پورے ملک میں جدوجہد مستحکم کی جاسکے۔
- علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک مستقل کمیٹی کے ذریعہ مرکزی یا ریاستی حکومتوں یا دوسرے سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے ذریعہ نافذ کردہ قوانین اور شرعی احکام (Circulars) یا ریاستی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں پیش کئے جانے والے مسودات قانون (بیل) کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لیتے رہنا کہ ان کا مسلم پرسنل لا پر کیا اثر پڑتا ہے۔
- مسلمانوں کے تمام فقہی مسلکوں اور فرقوں کے مابین خیر سگالی، اخوت اور باہمی اشتراک و تعاون کے جذبات کی نشوونما کرنا، اور ”مسلم پرسنل لا“ کی جھوٹے شکر کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان ربط اور اتحاد و اتفاق کو پروان چڑھانا۔
- ہندوستان میں نافذ ”مجلس لا“ کا شریعت اسلامی کی روشنی میں جائزہ لینا اور نئے مسائل کے پیش نظر مسلمانوں کے مختلف فقہی مذاہب کے تحقیقی مطالعہ کا اہتمام کرنا اور شریعت اسلامی کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے کتب و نکتہ کی اساس پر ماہرین شریعت اور فقہ اسلامی کی رہنمائی میں پیش آمدہ مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا۔
- بورڈ کے نفاذ کے لیے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے ڈیوٹی کو ترتیب دینا، Study Teams تشکیل دینا، ممبران، سپورٹرز، خطابات، دعوات، دوروں اور خبرا سوس کا انتظام کرنا، نیز ضروری لٹریچر کی اشاعت